ہر تنظیم کو اپنے دائرہ کے اندر کام کرنا چاہیے اور دوسری تنظیموں سے بہرحال تعاون کرنا چاہیے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵؍نومبر ۱۹۶۶ء بمقام احمدیہ ہال۔کراچی)

☆ حبل اللہ کی پُر معارف تفسیر۔

☆ خلیفہ کی وفات کے وقت جماعت کی خوف کی حالت ہوتی ہے۔

☆ خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اُس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔

☆ تمام تنظیمیں خواہ وہ بنیادی ہوں یا ذیلی خلیفہ وقت کے اعضاء ہیں۔

☆ ہر تنظیم میں طاقت اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنی حدود کے اندر کام کر رہی ہو۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ نے یہ آیت پڑھی۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

(آل عمران: ۱۰۴)

اس کے بعد فرمایا:۔

جو آیت کریمہ میں نے ابھی پڑھی ہے اس میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کے ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین حکم دیئے ہیں۔

۱۔ حبل اللّٰه کے ایک معنی عہد کے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ اے مومنو! جنہوں نے خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کے رسول کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے ربّ سے ایک عہد بیعت باندھا ہے تم اس عہد پر مضبوطی سے قائم رہنا کیونکہ جو لوگ خدا سے عہد باندھ کر بعد میں اسے بھول جاتے ہیں یا اسے توڑ دیتے ہیں اور اس عہد کی ذمہ واریوں کو نبھاتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک دن ان سے اس عہد کے توڑنے یا اس کی ادائیگی میں غفلت برتنے کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔

۲۔ دوسرا حکم اس میں یہ ہے کہ حبل اللّٰه کے دوسرے معنی ہیں وہ تمام وسیلے اور ذرائع اور تدابیر جن کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے چنانچہ مفردات راغب (کتاب الحاء صفحہ ۱۰۷) میں اس کے یہ معنی دیئے ہیں۔ اَلَّذِیْ مَعَهُ التَّوَصُّلُ بِهٖ اِلَیْهِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْعَقْلِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ مِمَّا اِذَا اعْتَصَمْتَ بِهٖ اَدَّاکَ اِلٰی جِوَارِهٖ کہ وہ تمام وسیلے اور تدبیریں جن کو جب

مضبوطی سے پکڑا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچا دیتے ہیں۔ جس میں سے انہوں نے بطور مثال کے قرآن کریم اور عقل انسانی کا ذکر کیا ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ بہت سی باتیں ہیں جو اس میں شامل ہیں وَغَیرَ ذٰلِکَ کے الفاظ رکھ دیئے ہیں۔ تین بڑی چیزیں ہیں جو قرب الٰہی کی راہوں کو ہم پر منکشف کرتی ہیں۔ سب سے پہلے سب سے اہم تو قرآن کریم ہے جس نے شریعت کی تمام باتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں قرآن کریم کی تصویر کامل اور مکمل طور پر ہمارے سامنے پیش کی اور تیسری جگہ پر نبی کریم ﷺ کے اقوال اور احادیث ہیں۔

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے اس میں ایک تو وہ ابدی صداقتیں اور بنیادی ہدایتیں ہیں جو اس دن سے کہ قرآن کریم دنیا میں نازل ہوا قابل عمل ہیں اور اس وقت تک قابل عمل رہیں گی کہ دنیا پر قیامت آجائے۔ پھر وقتی اُلجھنوں کو سلجھانے کے لئے قرآن کریم بعض ہدایتیں دیتا ہے جو جزئیات سے تعلق رکھتی ہیں اور جو وقت کا مطالبہ ہو اسے پورا کرتا ہے۔ پہلے زمانوں میں بھی پورا کرتا آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی پورا کر رہا ہے اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں بھی پورا کرتا چلا جائے گا اور جیسا کہ پہلے ہوا اگر خدانخواستہ کبھی خلافت کا سلسلہ منقطع ہوا تو اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے جو وقت کے تقاضوں کے مطابق قرآن کریم سے نور لے کر دنیا کے اندھیروں کو دور کرتے رہیں گے۔

تو پہلی چیز تو قرآن کریم ہے جس کے ذریعہ سے جسے پڑھ کے، جسے سمجھ کے، جس کی تفاصیل کا علم حاصل کر کے اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ پس پہلے تو یہ بتایا کہ تم نے ایک عہد باندھا ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور ساتھ ہی اسی لفظ میں ایک دوسرے معنی کے لحاظ سے ہمیں یہ بتایا کہ اس عہد کو مضبوطی سے کیسے پکڑا جا سکتا ہے (یعنی قرآنی ہدایت و شریعت پر عمل کر کے اور اسے حرز جان بنا کر)

۳۔ اور حبل اللّٰہ کے تیسرے معنی ہیں وصل اور وصال کے، مقام قرب کے حصول کے۔ تو فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاؤ اور تمہیں اس کا قرب حاصل ہو جائے تو اس مقام قرب کی حفاظت کرتے رہنا اور صدق و وفا کے ذریعہ شیطانی حملوں سے اسے بچانا۔

تو پہلے یہ کہا کہ اپنے عہدوں پر مضبوطی سے قائم رہو۔ پھر یہ فرمایا کہ ان عہدوں پر مضبوطی سے قائم

ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ راستے وہ طریق جو قرآن کریم نے ، نبی کریم ﷺ کے اسوہ نے اور آپ کے ارشادات نے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے تمہیں بتائے ہیں ان کو لازم پکڑو۔ اس طرح تم خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر لو گے۔ تیسرے یہ حکم دیا کہ جب تم مقام قرب کو پا لو تو پھر بھی تم شیطان سے محفوظ نہیں جب تک کہ اسی حالت میں وفات نہ ہو جائے اور انسان کا انجام بخیر نہ ہو جائے۔ اس سے پہلے شیطان ساری زندگی میں انسان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے۔ اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ خدا کا وہ بندہ ہے جس نے اعمال صالحہ اور مجاہدات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر کے اس کے قرب اور اس کی رضا کو حاصل کیا تھا وہ شیطان اس بندۂ خدا کو اس مقام سے پرے ہٹا دے۔ جیسا کہ مذہب کی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ خدا کے بعض بندوں نے اس کا قرب حاصل کیا۔ بعد میں شیطان نے ان پر کامیاب حملہ کیا اور مقام رفعت سے گرا کے انہیں نار جہنم میں دھکیل دیا۔ جیسا کہ خود حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بعض صحابہؓ کے متعلق کہیں گے کہ یہ میرے صحابہ تھے، جہاں تک میرا علم ہے انہوں نے میری باتوں کو سنا اور مانا اور ان پر عمل بھی کیا، ان کو جہنم کی طرف کیوں لے جایا جا رہا ہے۔ تو آپ کو بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد جو بداعمالیاں ان سے سرزد ہوئیں، آپ ان سے واقف نہیں اور یہ لوگ اس مقام رفعت کو قائم نہیں رکھ سکے، اس مقام سے گر گئے اور آج اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کا مورد بن گئے ہیں۔

تو تیسرا حکم ہمیں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا میں اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ جب تم میری رضا کو اس دنیا میں حاصل کر لو، میرے قرب کو پا لو، تب بھی مطمئن نہ ہو جانا کہ تمہاری قربانیاں اور مجاہدات جو تم کر چکے ہو وہی کافی ہیں اور میری رضا کے مقام پر قائم رہنے اور اس میں مزید ترقی کرنے کے لئے تمہیں کچھ اور نہیں کرنا۔ اس وقت بھی آگے سے آگے تمہارا قدم جانا چاہئے۔ تمہاری پہلی قربانیاں بعد میں آنے والی قربانیوں کے مقابلہ میں ہیچ نظر آنے لگیں۔ پوری کوشش تمہیں کرنی پڑے گی کہ شیطان تم پر کامیاب حملہ نہ کر سکے حملہ تو وہ ضرور کرتا ہے اور کرتا رہے گا لیکن اصل بات یہ ہے کہ انسان شیطان کے حملوں سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کے دام فریب میں اپنے آپ کو نہ آنے دے۔

تو یہ تین معنی وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کے ہیں اور معانی کی اس ترتیب سے جو میں نے بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے درجہ بدرجہ ہمیں تین سبق دیئے ہیں اور ہوشیار کیا ہے اور متنبہ کیا ہے اور ہمیں ڈرایا ہے

اس بات سے کہ اگر تم عہد توڑو گے تب بھی تباہی۔ عہد کے نباہتے وقت قرآن کریم سے منہ موڑو گے تب بھی ہلاکت۔ نبی کریم ﷺ کے اسوہ اور آپؐ کے ارشادات کی عظمت قائم نہیں کرو گے تب بھی شیطان کا کامیاب وار تم پر ہو جائے گا اور پھر جب تم یہ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرلو گے تو اس وقت بھی مقام خوف رہے گا۔ جب تک تم اس دنیا میں زندہ ہو، جب تک تم اپنے انجام کو نہ پہنچ جاؤ اس وقت تک چوکس اور بیدار رہ کر اپنے مقام رفعت اور مقام روحانیت کی حفاظت کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ پس وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا میں اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتایا کہ اگر تم اس مفہوم کے مطابق جو عربی کے لحاظ سے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کا ہے۔ ہمارے حکم بجالاؤ گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے اندر کوئی ایسا تفرقہ پیدا نہیں ہوگا جو ملت کے شیرازہ کو بکھیر دے اور ترقی کی جو منازل اُمت مسلمہ طے کر رہی ہے اس میں تنزل کا کوئی رخنہ واقع ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام لانے سے قبل یا اسلام سے باہر رہتے ہوئے جو لوگ زندگی کے دن گزار رہے ہیں وہ تفرقہ کا شکار ہیں مذہبی اور روحانی لحاظ سے۔ اور ان میں سے کوئی جماعت یا فرقہ ایسا نہیں ہے کہ جو نیکی کے مقام پر کھڑا ہو یا نیکی کے مقام پر کھڑا رہ سکے۔ کیونکہ یہاں نفی کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے عربی کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے اس کے مقابلہ میں الفت کا لفظ استعمال کیا ہے اور الفت کے معنی اکٹھے ہو جانے اور محض باہمی مودت اور پیار کے نہیں بلکہ ایسے اجتماع اور ایسی محبت و پیار کے ہیں جو نیکیوں پر قائم ہو، جو بدیوں پر قائم ہو کر ایک جتھہ بنتا ہے۔ اسے عربی زبان الفت کے لفظ سے یاد نہیں کرتی یہاں الفت کے مقابلہ میں تَفَرَّقُوْا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے اندر اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ تمام فرقے جو اسلام سے باہر ہیں یا وہ جو حقیقی اسلام سے باہر ہو جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو نیکی اور تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو۔ بلکہ سارے کے سارے بلا استثناء ضلالت پر قائم ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اِعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا پر عمل کرو گے تو فرقہ فرقہ نہ بنو گے۔ اور جب بھی تمہارے اندر فرقے نظر آنے لگیں تو سمجھ لینا کہ قوم نے اِعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا پر عمل نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰهِ کے نتیجہ میں ایک بڑا انعام جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ وہ باہمی مودت اور اخوت ہے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساری دنیا کی دولت بھی اگر خرچ کی جاتی تو اس قسم کی الفت جو نیکی پر قائم ہوتی ہے اور نیکی پر قائم رکھتی ہے اس جماعت میں پیدا نہ ہو سکتی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اُمت مسلمہ میں اس قسم کی محبت اور اخوت اور الفت کو پیدا کیا ہے اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰهِ کے نتیجہ میں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ چونکہ کوئی فرقہ بھی ہدایت پر اور صراط مستقیم پر قائم نہیں تھا اس لئے ان کی مثال ایسی تھی جیسے کہ ایک گڑھا ہو، اس میں بڑی تیز آگ جل رہی ہو اور اس کے کنارہ پر کوئی کھڑا ہو اور یہ خطرہ ہو کہ کہیں وہ اس کے اندر گر نہ جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس ہدایت عظمیٰ قرآن کو نازل کیا اور اس کے نتیجہ میں انسانوں میں سے ایک گروہ اس جماعت میں داخل ہو کر ایسا بن گیا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس جلتی ہوئی آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیا اور اپنی محبت کی ٹھنڈی چھاؤں میں اسے لا بٹھایا اور رضاء کی جنتوں میں اسے داخل کیا۔

یہ واقعہ صرف اس شخص سے پیش نہیں آتا جو کفر سے اسلام لاتا ہے بلکہ اُمت مسلمہ میں شامل ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اُمت کو ایسے امتحانوں میں ڈالتا رہتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت جب ابھی کسی امام کا انتخاب نہیں ہوا تھا اس وقت ساری اُمت مسلمہ اسی قسم کے ایک گڑھے کے کنارے پر کھڑی ہو چکی تھی جو خدا تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ سے پُر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور پھر دنیا کو اَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا کا نظارہ دکھایا اور ان کے لئے اس آگ کے کنارے کی بجائے اپنے قرب کی راہوں کو کھول دیا۔

تو جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ وفات پاتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی حالت وہ ہوتی ہے جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے کہ ایک گڑھا ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہے اور وہ اس کے کنارے پر کھڑے ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آگ کے گڑھے میں گر جائیں گے یا اللہ تعالیٰ کا فضل آسمان سے نازل ہوگا اور ان کو اس آگ سے بچا لے گا۔

ایسے موقع پر (چند گھڑیاں ہوں یا چند گھنٹے ہوں یا چند دن ہوں) شیطان کی ساری طاقت اس کام

میں صرف ہو رہی ہوتی ہے کہ خدا کی مقرب جماعت میں فتنہ پیدا کرے اور ان کو آگ میں دھکیل دے اور خدا کی لعنت کا انہیں مورد بنائے اور خدا کے پیار سے انہیں دور لے جائے۔ پس اس وقت شیطانی طاقتیں پورا زور لگا رہی ہوتی ہیں اور ہر قسم کے فتنے جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہیں بدظنی کو ہوا دے کر اور کمزور دل خوف سے بھر جاتے ہیں اور ہر تدبیر جس سے الٰہی سلسلہ میں کمزوری پیدا کی جا سکتی ہے وہ تدبیر شیطان اور اس کے ساتھی کر رہے ہوتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے ایک نہایت کمزور بندے پر نگاہ ڈالتا اور اپنے لئے اسے چنتا ہے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جس کے متعلق دنیا سمجھتی ہے کہ اسے کوئی علم حاصل نہیں، کوئی روحانیت اور بزرگی اور طہارت اور تقویٰ حاصل نہیں۔ اسے وہ بہت کمزور جانتے ہیں اور بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے۔ اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور نیستی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے اور اس کا وجود دنیا سے غائب ہو جاتا ہے اور خدا کی قدرتوں میں وہ چھپ جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہوتے ہیں انہیں کہتا ہے کہ مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے۔ یہ بندہ بے شک نحیف، کم علم، کمزور، کم طاقت اور تمہاری نگاہ میں طہارت اور تقویٰ سے عاری ہے لیکن اب یہ میری پناہ میں آ گیا ہے اب تمہیں بہرحال اس کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انتخاب خلافت کے وقت اسی کی منشاء پوری ہوتی ہے اور بندوں کی عقلیں کوئی کام نہیں دیتیں۔

اس آیت کا آیت استخلاف کے ساتھ بھی بڑا گہرا تعلق ہے۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک اور رنگ میں اسی قسم کا مضمون بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ النور آیت ۵۶ میں فرماتا ہے۔

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

الْفٰسِقُوْنَo (النور :۵٦)

اس وقت یہاں میں ساری آیت کی تفسیر میں نہیں جاؤں گا۔ البتہ یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ میں اِعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کا مفہوم پایا جاتا ہے کہ خلافت کے قائم ہونے پر اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰهِ کیا تھا پھر اس کی آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اپنے عہد کو سمجھنے لگتے ہیں اور یاد رکھتے ہیں اور اس کے مطابق خدا تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اور جب ان کو خدا کا پیار مل جاتا ہے تو اگر دنیا کی ساری دولتیں اس کے عوض میں قربان ہو جائیں تب بھی وہ نہیں چاہتے کہ وہ پیار ان سے کھو جائے اور خدا ان سے ایک سیکنڈ یا لمحہ کے لئے بھی ناراض ہو۔ پھر وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے جو وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا میں بیان ہوا ہے تو جس خوف کا آیت استخلاف میں ذکر ہے وہ وہی خوف ہے جس کو یہاں یوں بیان کیا کہ ایک گڑھا ہے، آگ اس میں بھڑک رہی ہے اور اس کے کنارے پر وہ کھڑے ہیں۔ اس سے زیادہ اور خوف کیا ہوسکتا ہے جبکہ وہ آگ خدا تعالیٰ کی لعنت کی آگ ہے، اس کے قہر کی آگ، اس کی ناراضگی کی آگ ہے۔

تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت قوم پر ایک نہایت ہی خوف کا وقت ہوتا ہے کہ کہیں وہ اس کے گڑھے میں نہ گر جائیں۔ تب خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا ایک نظارہ دنیا کو دکھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، وہ غنی ہے، دنیا میں سب سے بڑا متقی، دنیا میں سب سے بڑا مطہر، دنیا میں سب سے بڑا عالم، دنیا میں سب سے بڑا عاشق قرآن اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلانے والے کا بھی خدا محتاج نہیں ہے بلکہ یہی شخص خدا کا محتاج ہے۔

پس اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا نظارہ اس طرح دکھاتا ہے کہ کبھی وہ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اس شخص کو چن لیتا ہے جو قوم کی نگاہ میں بوڑھا ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو بہت دفعہ طعنہ دیا گیا کہ بوڑھا آدمی ہے، سمجھ کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ بوڑھا ہے یا نہیں ہے لیکن ہے میری پناہ میں، میری گود میں، اس واسطے تم اس کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتے۔

کبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا اس طرح مظاہرہ کرتا ہے کہ ایک بچے کو چن لیتا ہے۔ دنیا کہتی ہے کہ

بچہ ہے، قوم تباہ ہو جائے گی، ناسمجھ ہے، کم علم ہے، کم تجربہ ہے مگر خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ بے شک بچہ ہے مگر میں تو بچہ نہیں ہوں۔ میں اپنی قدرت اس کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا۔ تب وہ قدرت ثانیہ کا مظہر ہو جاتا ہے اور پھر وہی بچہ ان لوگوں کا منہ بند کر دیتا ہے جو اسے بچہ سمجھنے والے اور بچہ کہنے والے ہوتے ہیں۔

کبھی وہ کسی ایسے ادھیڑ عمر انسان کو چن لیتا ہے جسے دنیا اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق قطعاً نااہل سمجھتی ہے، کم علم سمجھتی ہے، وہ سمجھتی ہے کہ یہ کام اس کے بس کا ہے ہی نہیں اور حقیقت بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ کام اس کے بس کا نہیں ہوتا۔ لیکن کون سا کام ہے جو خدا تعالیٰ کے بس کا نہ ہو۔ پس خدا تعالیٰ اسے چنتا ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس کے نفس کو اپنی عظمت اور جلال کے جلوہ ساتھ کلی طور پر فنا کر دیتا ہے۔ ایسے لوگوں پر کبھی ایسی حالت بھی وارد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار میں کبھی وہ اس طرح بھی محو اور گم ہو جاتے ہیں کہ ان کا دل چاہتا ہے کہ وہ ساری دنیا میں منادی کر دیں کہ مجھے تم میں سے کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے اور پھر خدا تعالیٰ ان سے جو اور جس قدر کام لینا چاہتا ہے اسی قدر ان کی مدد اور نصرت بھی کرتا چلا جاتا ہے اور اس طرح وہ دنیا پر ثابت کرتا ہے کہ خدا ہی حقیقتاً سب قدرتوں والا اور سب طاقتوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کام خلیفہ وقت کے سپرد کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک بڑا اہم کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی کریں کہ قوم ''اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰهِ'' کے مطابق اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہے کہ نہیں۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ محض اپنی نعمت کے طور پر اور اپنے فضل اور برکت کے نتیجہ میں ان کے درمیان مودّت اور اُلفت پیدا کرتا اور انہیں بنیان مرصوص بنا دیتا ہے۔

اس ذمہ داری کو نباہنے کے لئے خلفاء اُمت محمدیہ نے مختلف تدابیر اختیار کیں ہمارے زمانہ میں ہمارے سلسلہ میں ایک تدبیر اس کے لئے یہ اختیار کی گئی ہے کہ مختلف نظام قائم کر دئے گئے ہیں۔ ایک جماعتی نظام ہے جو سلسلہ کے تمام بنیادی کاموں پر حاوی ہے اور ان کو کما حقہ ادا کرنے کی اس پر ذمہ داری ہے۔ ایک تحریک جدید کا نظام ہے جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس لئے جاری کیا تھا کہ غیر ممالک میں اسلام کی اشاعت کی جائے اور توحید کا جھنڈا گاڑا جائے۔ ایک وقف جدید کی تنظیم ہے کہ جس کے سپرد اشاعت قرآن اور تربیت سلسلہ کا ایک محدود دائرہ کے اندر کچھ کام کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ ذیلی تنظیمیں ہیں۔ انصار اللہ ہے۔ لجنہ اماء اللہ ہے، خدام الاحمدیہ ہے، ناصرات

احمدیہ ہے، اطفال احمدیہ ہے اور بعض دفعہ وقتی طور پر ہم کچھ کام کرتے ہیں یا ایسی کوئی تدبیر کرتے ہیں کہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ وقتی ہے یا مستقل شکل اختیار کر جائے گی۔ مثلاً وقف عارضی کا نظام میں نے جاری کیا ہے اس کے نتائج خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھے نکل رہے ہیں لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تحریک کیا رنگ اختیار کرے گی۔ جس رنگ میں اور جس طور پر اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوگا اور اس کی ہدایت ہوگی اس کے مطابق ہی وہ شکل اختیار کر لے گی۔ لیکن اس وقت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

بہر حال یہ مختلف تدابیر اور ذرائع ہیں تا جماعت کو اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰہِ کے مقام سے ہٹنے نہ دیا جائے اور یہ تمام تنظیمیں خواہ وہ بنیادی ہوں یا ذیلی ہوں خلیفہ وقت کے اعضاء ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو بھی کمزور نہیں کیا جا سکتا نہ عقلاً نہ شرعاً۔ عقل بھی اس کی اجازت نہیں دیتی اور شریعت بھی اس کو برداشت نہیں کرتی کہ وہ ذرائع جو خلیفہ وقت کی طرف سے جاری کئے گئے ہوں ان میں کسی کو کمزور کر دیا جائے اور ہر تنظیم میں سب سے زیادہ طاقت اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنی حدود کے اندر کام کر رہی ہو اگر آپ ایک گز کپڑا لیں اور سوا گز جگہ میں اس کو بچھانا چاہیں اور دو آدمی زور لگا کر اسے پھیلائیں تو وہ تار تار ہو جائے گا اور اپنی افادیت کھو دے گا۔

تو ہر ذیلی تنظیم کا جہاں اپنے حدود کے اندر رہنا ضروری ہے وہاں دوسری تنظیموں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس میں کسی قسم کی کمزوری نہ پیدا ہونے دیں۔ دراصل کسی تنظیم کا بھی کسی دوسری تنظیم کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ سارے تعلق خلافت کے ذریعہ اوپر سے ہو کر نیچے کی طرف آتے ہیں اور جب خلیفہ وقت سارے کاموں کی نگرانی کر رہا ہے تو جماعت کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ مثلاً خدام الاحمدیہ والے ان کے کام میں دخل دیں گے اور فتنہ پیدا کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو محض اپنے فضل کے ساتھ اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰہِ کے مقام پر بڑی مضبوطی سے قائم کیا ہوا ہے اور یہ اس کی دین اور فضل ہے کہ خلیفہ وقت کا فیصلہ بشاشت سے قبول کیا جاتا ہے۔'' مثلاً ایک قصبہ ہے۔ وہاں جماعت کی کچھ زمین تھی۔ وہاں ایک مسجد تعمیر ہوئی مگر ایک حصہ زمین تعمیر مسجد سے باہر رہ گیا جو چند مرلوں کا تھا اسے وہاں کی مقامی جماعت نے باقاعدہ ریزولیوشن کر کے ایک شخص کے پاس ساٹھ ستر روپے میں فروخت کر دیا۔ اس واقعہ کو دس بارہ سال ہو چکے تھے۔ چند ماہ ہوئے مجھے اس بات کا علم ہوا۔ میں نے اس شخص کو جس کے پاس یہ حصہ زمین فروخت کیا گیا تھا کہ نہ بیچنے والے کو بیچنے کا حق اور نہ خریدنے

والے کو خریدنے کا حق۔ جو پیسے تم نے دیئے تھے وہ واپس لے لو اور زمین خالی کر دو کہ یہ تمہاری زمین نہیں ہے۔ کہنے لگا بارہ سال ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ بارہ صدیاں ہو جائیں، کیا فرق پڑتا ہے؟ وقت گزرنے کے ساتھ غیر حق حق تو نہیں بن جاتا کہنے لگا میں نے وہاں کمرہ بنایا ہوا ہے جس پر چار سَو روپیہ خرچ ہوا ہے۔ میں نے کہا تم بلا اجازت کسی کی زمین پر مکان بنا لو تو اس کا میں ذمہ دار ہوں؟ تم ملبہ اٹھوا لو۔ خیر وہ وہاں سے گیا۔ دو چار روز تک اس کے دل میں انقباض رہا لیکن جب میں نے اسے دوبارہ کہلا کے بھیجا تو اس نے ملبہ اٹھوا لیا اور زمین ہمارے حوالے کر کے اپنے پیسے وصول کر لئے میری نیت پہلے ہی تھی کہ اس کا نقصان ذاتی طور پر پورا کر دوں گا۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ نظام کی پابندی کرتا ہے یا نہیں۔ خلیفہ وقت کا کہنا مانتا ہے یا نہیں اور اس کا ایمان کس حد تک مضبوط ہے۔ پس نیت تو پہلے ہی تھی کہ جو اس کا نقصان ہے وہ میں اس کو دے دوں گا اس لئے میں نے اسے خط لکھا کہ میری نیت تو یہ تھی لیکن میں تمہیں ثواب سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لئے میں نے پہلے اس کا اظہار نہ کیا تھا۔ اب تم مجھے لکھو کہ تمہارا کتنا نقصان ہوا ہے۔ کچھ تو تم نے ملبہ کی صورت میں اٹھا لیا ہے باقی جو تمہارا روپیہ رہ گیا ہے وہ میں تمہیں بھیج دیتا ہوں۔ لیکن اس کے اندر ایمان کا جذبہ تھا وہ جوش میں آیا اور اس نے مجھے لکھا کہ میں آپ سے روپیہ کیوں لوں؟ میں نے خدا کی خاطر ملبہ اٹھایا ہے''۔

بے شک بعض منافق بھی ہوتے ہیں اور بعض کمزور ایمان والے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی یہ جماعت بڑی عجیب ہے!!! میں ذاتی طور پر اس کا تجربہ رکھتا ہوں۔ بڑی قربانیاں دینے والی، بڑا کام کرنے والی جماعت ہے اور جتنا آپ اے میرے بھائیو! پیار کرتے ہیں اور کہا مانتے ہیں اسے دیکھ کر میرے جیسا انسان تو انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھک جاتا ہے دل چاہتا ہے کہ انسان سجدہ میں ہی پڑا رہے۔ یہی ایک جماعت ہے جس نے دنیا میں انقلاب عظیم برپا کرنا ہے۔ پس باہمی تصادم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بعض دفعہ مقامی طور پر بعض عہدیدار کمزوری دکھاتے ہیں۔ حالانکہ جس قوم کے اوپر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فعل اور فضل کے نتیجہ میں ایک امام اور خلیفہ مقرر کر دیا ہو اس کے عہدیدار کو کمزوری دکھانے کا کوئی مطلب ہی نہیں اور '' کمزوری دکھانے'' سے میرا مطلب یہ نہیں کہ وہ سختی نہیں کرتے۔ میرا مطلب '' کمزوری دکھانے'' سے یہ ہے کہ بعض دفعہ وہ وقت سے پہلے سختی شروع کر دیتے ہیں۔ جس شخص کو طاقت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہمت دے تو وہ وقت سے پہلے ایسا کام نہیں

کرتا۔ کوئی چیز اس کو گھبراہٹ میں نہیں ڈالتی اس کو پتہ ہوتا ہے کہ جب کسی نے کوئی غلطی کی تو اس کی اصلاح ہو جائے گی یا مجھ سے ہو جائے گی یا مرکز سے ہو جائیگی۔

پس ایک تو ہمت اور اعتماد کی ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ الٰہی سلسلوں میں سارے کام بشاشت سے ہونے چاہئیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں بشاشت ایمان پیدا ہو جائے۔ اسے شیطانی حملوں کا خطرہ اور خوف باقی نہیں رہتا اگر اتنی قربانی کرنے والے لوگ بھی بشاش نہ ہوں تو آپ عہدیداروں کا قصور ہے۔ ان کے ساتھ اس قدر محبت اور پیار کا سلوک کرو کہ ان کے دل بشاشت ایمانی سے بھر جائیں اور خدا اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے مذہب اور دین کے لئے محبت کا ایک سمندر ان کے دلوں میں موجزن ہو جائے۔

میں ایک آپ جیسا ہی معمولی انسان تھا اور ہوں۔ بڑا ہی کمزور بڑا ہی بے مایہ!!! لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا تو اس وقت ایک سیکنڈ کے اندر اس نے میرے دل کی حالت بالکل بدل دی۔ کئی تھے جن سے شکوے بھی تھے۔ رنجشیں بھی تھیں، جن سے اپنے خیال میں دکھ بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ لیکن یہ سب چیزیں ایک سیکنڈ کے اندر بلکہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کے اندر غائب ہوگئیں اور سوائے محبت کے اور کچھ نہیں رہا۔

یہی حال ہر عہدیدار کا ہونا چاہئے۔ اگر آپ خدا کے ان پیارے بندوں کو انتہائی محبت نہیں دے سکتے تو آپ عہدیدار رہنے کے قابل ہی نہیں۔ کسی شخص کے دل میں یہ وہم بھی پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی عہدیدار اس سے پیار نہیں کرتا، اس سے ہمدردی نہیں رکھتا، اس کی غمخواری نہیں کرتا۔ وقت پر اس کے کام نہیں آئے گا۔

ہر عہدیدار کی پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ اپنی تکلیف بھول جائے اور اپنے بھائیوں کی تکلیف کا اسے خیال رہے اگر یہ کیفیت ہو تو پھر وہاں بشاشت کے نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جہاں عہدیدار ڈھونڈ ڈھونڈ کر یہ کام کریں کہ کسی کو دوائی کی ضرورت ہے وہ دوائی پہنچائی جائے۔ کسی کی بیماری کے نتیجہ میں اس کے بعض کام رکے ہوئے ہیں۔ وہ کام کر دیئے جائیں، کسی کو مالی تکلیف ہے اسے اس تکلیف سے نکالا جائے۔

یہ صحیح ہے کہ ہم نے بادشاہتیں نہیں دینی ہیں۔ لیکن ہر احمدی کی کم سے کم ضرورت بہرحال ہم نے

پوری کرنی ہے۔ اس سے وہ اس قدر سیکوریٹی اور اطمینان محسوس کرے گا کہ خود بخود اس کے دل میں بشاشت محسوس ہوگی۔

انفرادی طور پر ہی نہیں (گو وہ بھی بہت ضروری ہے) انتظامی لحاظ سے بھی، ہر نظام کو خواہ وہ بنیادی ہو یا ذیلی ہو یقین ہونا چاہئے کہ دوسرے نظام میرے ساتھ سو فی صدی تعاون کرنے والے اور میرے کاموں کو آگے سے آگے بڑھانے میں میرے ممد اور معاون اور ناصر ہیں۔ میرے راستے میں روکیں پیدا کرنے والے نہیں ہیں۔ جب ہر نظام اور ہر نظام کے عہدیداروں کے دماغ میں یہ بات آجائے گی اور یہ ذہنیت سب میں پیدا ہو جائے گی تو ہمارے یہ سارے نظام ایک جست میں ہی کہیں سے کہیں پہنچ جائیں گے۔

چھوٹی چھوٹی باتوں میں بعض دفعہ بدظنی پیدا ہو جاتی ہے۔ بدظنی تو کسی کے لئے بھی جائز نہیں لیکن عہدیداروں کے لئے تو بڑی ہی مہلک چیز ہے۔ جس طرح اگر کوئی کسی کے پیچھے سے السلام علیکم کہے تو آپ کو خود کو اتنا بڑا نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ سلام آپ کو کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو پیچھے سے گالی دے رہا ہو اور آپ کے کان تک وہ آواز پہنچے تو آپ کو یہ بھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ گالی آپ کو دی جا رہی ہے یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اگر کوئی برا بھلا کہتا ہے تو غلطی کرتا ہے آپ یہی سمجھیں کہ وہ آپ کو نہیں کہہ رہا بلکہ کسی اور کو کہہ رہا ہے۔ آپ اپنا کام کئے جائیں اور یاد رکھیں کہ نظام کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ پورا تعاون اور اتفاق ہونا چاہئے خدام الاحمدیہ کی طاقت، انصار اللہ کی طاقت، لجنہ اماء اللہ کی طاقت، ناصرات الاحمدیہ اور اطفال کی طاقت اس بات میں ہے کہ جو حدود خلیفہ وقت نے ان کے لئے مقرر کی ہیں وہ ان سے باہر نہ جائیں اور جس وقت دوسری تنظیموں کو ان کے تعاون کی ضرورت ہو بحیثیت تنظیم بھی وہ اتنا تعاون کریں کہ دنیا میں اس کی مثال نہ ملتی ہو۔ اگر یہ حالات ہوں، یہ صورت ہو۔ تو ان حالات میں ہر تنظیم بشاشت کے ساتھ اپنے کاموں میں لگی ہوئی ہوگی۔ اس کو یہ پتہ ہوگا کہ اپنے دائرہ کے اندر رہا تو ہر دوسری تنظیم میری مدد کو آئے گی۔ اور اگر میں نے اپنے دائرہ سے باہر قدم رکھا تو اوپر سے تنبیہہ ہو جائے گی اور جس کو یہ پتہ ہو کہ وہ اپنے دائرہ عمل سے باہر نہیں جا سکتا۔

میں نے بڑا لمبا عرصہ خدام الاحمدیہ کی صدارت کی ہے اور اس عرصہ میں میری بیسیوں شکایتیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچیں اور بیسیوں دفعہ مجھ سے جواب طلبی بھی ہوئی۔ مگر کبھی بھی

میرے خلاف فیصلہ نہیں ہوا اور جب میں سوچتا ہوں تو خدام الاحمدیہ کے زمانہ صدارت کی یہی ایک چیز ہے جو مجھے بہت پیاری لگتی ہے۔غلطیاں بھی ہوئی ہوں گی۔بعض باتوں میں غفلت کی ہوگی اتنا کام نہ کر سکا ہوں گا جتنا کرنا چاہئے تھا مگر یہ ایک چیز ہے کہ جب میں سوچتا ہوں تو میرا دل اس کی وجہ سے خوشی سے بھر جاتا ہے کہ میرے خلاف کبھی فیصلہ نہیں ہوا۔ کیونکہ میں نے کبھی کسی کے خلاف جلد بازی سے کام نہیں لیا۔جس کے خلاف میں ایکشن لیتا تھا کم از کم تین اور چھ مہینے کے درمیان اس کے متعلق تحقیقات کراتا۔ پہلے زعیم کو کہتا کہ اس کی اصلاح کرو پھر قائد کو کہتا کہ اس شخص کی اصلاح کی کوشش کرو وغیرہ۔ اس طرح اس کے فائل بنتے چلے جاتے۔ دو مہینے بعد، تین مہینے بعد، چار مہینے بعد، پانچ مہینے بعد، پھر میں اسے بلاتا اور پیار سے سمجھاتا۔ اگر پھر بھی اس کی اصلاح نہ ہوتی تو اپنی ڈیوٹی اور اپنے فرض کو ادا کرتا۔ بغیر یہ سوچے کے کہ یہ شخص یا اور کوئی شخص مجھے بُرا سمجھے گا بُرا بھلا کہے گا۔ اگر کوئی کچھ کہتا تو میں خیال کرتا کہ کہتا رہے میں تو اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔

اور ایسی بھی مثالیں ہیں کہ چار مہینے یا پانچ مہینے یا چھ مہینے فائل بنتا رہا اور جس وقت وہ فائل مکمل ہو گیا اور میں نے سمجھا کہ اس شخص نے مجھ سے اب ضرور سزا لینی ہے اور پھر میں نے اسے سمجھانے کے لئے بلایا تو مجھے پتہ چلا کہ یہ خدام الاحمدیہ کا باغی نہیں ہے بلکہ اپنے باپ کا باغی ہے،نفسیاتی الجھنوں کا بیمار ہے۔ اور پھر سارا فائل دھرا کا دھرا رہ گیا اور مجھے اسے کہنا پڑا کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو اور ضرورت ہو تو میرے پاس آؤ میں تمہارا باپ ہوں تمہارے کام آؤں گا۔ خدا کے فضل سے اس طرح ایک آدھ گھنٹے کے اندر بڑا اچھا خادم بن کر میرے پاس سے واپس گیا۔ اور اس کے بعد اس کی اس قسم کی کوئی شکایت میرے پاس نہیں آئی۔

پس جب یہ ایک ایسا نظام ہے کہ ذیلی تنظیمیں ہوں یا بنیادی سب کی سب خلیفہ وقت کے ماتحت ہیں تو تصادم کا کوئی خطرہ نہیں عہدیداروں کو چاہئے کہ وہ پیار سے کام لیں۔ اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔

پھر چونکہ ہماری جماعت قرآن کریم کے احکام کی پابند ہے۔ اس لئے جب خدا یا رسول یا تمہارا امیر کوئی فیصلہ کرے تو کوئی بات اپنے دل میں نہ لایا کرو چاہے تمہیں سمجھ آئے یا نہ آئے۔'' مثلاً ابھی جو زمین کے غلط سودے کے متعلق میں نے مثال دی ہے ہمارے پاس اس بھائی کے دماغ میں یہ بات نہ آئی ہوگی کہ وہ مکان جس پر اس نے چار سو روپیہ خرچ کیا تھا اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ مجھے یقین ہے کہ

پہلے یہ بات انہیں سمجھ نہیں آئی تھی لیکن یہ بات انہیں ضرور سمجھ آ رہی تھی کہ فیصلہ میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے میں اسے ضرور مانوں گا اور یہ ایسی چیز ہے کہ جب کسی جماعت میں پیدا ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اسے مٹا سکے‘‘۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت قرآن کے سلسلہ میں اور توحید خالص کے قیام کے سلسلہ میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے سلسلہ میں خدام الاحمدیہ کو جو یہ فرمایا کہ جو قوم ایک ہاتھ کے اُٹھنے سے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے اور ایک ہاتھ کے نیچے اشارہ کرنے سے بیٹھ جاتی ہے وہ اپنے اندر بڑی طاقت رکھتی ہے اسے مٹانا آسان کام نہیں، وہ بالکل حق ہے۔

وہ ہاتھ صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا ہاتھ نہیں، وہ ہاتھ مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھا، وہ ہاتھ خلیفہ وقت کا ہاتھ ہے۔ اور یہ اس کا کام ہے۔ پس جدھر وہ اشاعت اسلام کی مہم میں اور استحکام اسلام کے لئے جماعت کو لے جانا چاہے ہم سب نے آنکھیں بند کر کے (سمجھ آئے یا نہ آئے) اس کی اطاعت کرنی ہے اور اس کے پیچھے چل پڑنا ہے اس میں بہت برکت ہے کئی آدمی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ جی! بڑے چندے ہو گئے ہیں۔ تحریک جدید کا، وقف جدید کا، خدام الاحمدیہ کا، ناصرات کا، مساجد کا، لیکن وہ یہ چندے دے بھی رہے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ دے نہیں رہے ہوتے لیکن بعض دفعہ ایسی بات بھی کہہ دیتے ہیں ’’ایک دفعہ حضرت مصلح موعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا تھا اور بات وہی سچ ہے کہ الٰہی سلسلوں اور خدا تعالیٰ کی مقرب جماعتوں کی قربانی کے معیار کو بڑھاتے رہنا چاہئے ورنہ اس میں تنزل شروع ہو جاتا ہے اسی واسطے وقفہ وقفہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی نہ کوئی نئی سکیم جاری کرتے رہتے تھے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس زمانہ میں مثلاً ایک چونی دی تھی انہوں نے ابدی زندگی حاصل کر لی کیونکہ آپ نے ان کا نام اپنی کتب میں لکھ دیا۔ جب آہستہ آہستہ ان کی تربیت ہو چکی تو وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنی ساری دولت احمدیت اور اسلام کے لئے لٹا دی اور اس پر فخر کیا اس بات پر فخر نہیں کیا کہ انہوں نے مال خدا کی راہ میں دیا بلکہ اس بات پر فخر کیا کہ خدا اور اس کے رسول نے ان کے مال کو قبول کیا۔ دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے!!! اس فخر سے تکبر پیدا نہیں ہوتا بلکہ عاجزی پیدا ہوتی ہے ہمیں خوف رہتا ہے کہ پتہ نہیں خدا تعالیٰ ہماری قربانیوں کو قبول کرے گا یا نہیں ہم بھی نماز پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں۔ کسی کو کیا معلوم کہ وہ نمازیں قبول ہوتی ہیں کہ نہیں پس نماز پڑھنا کافی نہیں۔ ہماری

نجات کے لئے نماز کا قبول ہونا ضروری ہے اور قبولیت کا ہمیں پتہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ڈرتے ڈرتے زندگی کے دن گزارو جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ خلیفہ وقت کا ایک اہم فرض یہ ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی کرے کہ جماعت اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰهِ کے مقام سے نیچے نہ گرے۔ اور اسی غرض کے لئے یہ مختلف تنظیمیں قائم کی گئی ہیں اور ہر ایک تنظیم کو اپنے دائرہ کے اندر کام کرنا چاہئے اور دوسری تنظیموں سے بہرحال پورا تعاون کرنا چاہئے تب جماعت کا قدم تیز سے تیز تر ہوتا چلا جائے گا۔ اور جیسا کہ ہماری دلی آرزو ہے اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب ہو جائے گا۔ ہر گھر میں تلاوت قرآن کریم ہوگی۔ اور وہ گھر ایسے گھر بن جائیں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (النور: ۳۷) جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ انہیں روحانی رفعتیں عطا کرے گا یہ مطلب نہیں کہ انہیں اٹھا کر پہاڑوں پر رکھا جائے گا۔ دراصل یہ بات مکینوں کے متعلق ہے کہ ایسے لوگ ان مکانوں میں اور گھروں میں بسیں گے کہ جو روحانی رفعتوں کو عبور کرتے ہوئے کہیں کے کہیں نکل جائیں گے بلکہ سات آسمانوں کو بھی پھلانگ جائیں گے۔

خدا کرے کہ تمام بنی نوع انسان اس نور کو پہنچانیں۔ اور اس سے حصہ لیں جو خدا تعالیٰ سے نکلا اور بنی نوع انسان کو روحانی ترقی دینے کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے توفیق بخشے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۷ر مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ تا ۶)

☆......☆......☆